صوفیاء کا وجد بدعت ہے

ابوانس مولانا محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ
شارح ترمذی ابن ماجہ

گرجاکھ سے مکرمی محمد امین نے علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی کا تصنیف کردہ رسالہ فضیلت الذاکرین فی الجواب المنکرین ارسال کیا ہے تاکہ اس کا علمی جائزہ لیا جائے۔ رسالہ میں دیگر بہت سی قابل اعتراض باتوں کے علاوہ وجد کے جواز پر بڑا زور دیا گیا ہے اور وجد کو نماز کی روح قرار دیا گیا ہے موصوف کا روئے سخن اہل حدیث کی طرف ہے اور ان کے بارہ میں غیر شائستہ الفاظ استعمال کئے ہیں رسالہ کی علمی سطح تو اس لائق ہے کہ اسے نظر انداز کیا جاتا اور اس پر قلم نہ اٹھایا جاتا۔ لیکن چونکہ اس میں کچھ شکوک و شبہات پیدا کرنے کے علاوہ حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیا گیا ہے جس کی بناء پر ہم نے اس کا جائزہ لیا ہے۔

وجد کیا ہے؟

وجد صوفیا کی ایک خاص اصطلاح ہے لیکن اس کی تعریف کے تعین میں ان کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ بلکہ ایک بہت بڑے صوفی عمرو بن عثمان مکی نے کہا ہے:

لا یقع علی کیفی الوجد عبارۃ (طبقات الصوفیہ للسلمی ۲۰۲)

وجد کی کیفیت عبارت میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ موصوف ہزاروی صاحب نے یہ تعریف کی ہے تلاوت قرآن، نعت رسول، ذکر الٰہی کا بزرگان دین کی تعریف و توصیف سن کر ایک خاص کیفیت کا انوار و تجلیات کا ورود ہونا کہ سننے والا اپنے اوپر کنٹرول نہ کر سکے کبھی ادھر کبھی ادھر کبھی آگے کبھی پیچھے جھکے اور گر پڑے اور کبھی بے ہوش ہو جائے ایسی حرکات کو وجد حقیقی کہا جاتا ہے۔ (ص ۲۷، ملخصاً و مفہوماً) درحقیقت وجد ایسی کیفیت کا نام ہے کہ وجد میں آنے والا گرتا ہے اچھلتا، تڑپتا، ناچتا اور رقص کرتا ہے۔ (ص ۲۹، مفہوماً)

وجد کی ابتداء:

اصاغر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں کچھ ایسے لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے جن پر عجمی رسوخ کی چھاپ غالب تھی جو قرآن سنتے وقت اپنے اوپر نیم بیہوشی کی حالت طاری کر لیتے تھے لیکن آہستہ آہستہ وجد نے ایک فن کی حیثیت اختیار کی تو پھر اس کی کیفیت بدل گئی پھر ان حضرات پر وجد صرف عشقیہ اشعار سن کر طاری ہوتا قرآن کی قرات کا ان پر اثر نہیں ہوتا تھا علامہ غزالی فرماتے ہیں: فاعلم ان الغناء اشد للواجد من القران من سبعۃ اوجہ (احیاء العلوم، ۲/۲۱۱) تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ گانا واجد کو سات وجھوں سے قرآن سے زیادہ بھڑکاتا ہے۔

ابوالحسن دراج کہتے ہیں کہ میں بغداد سے یوسف بن حسین رازی کی ملاقات کیلئے رے شہر میں گیا۔ میری ان سے ملاقات ایک مسجد میں ہوئی وہ تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھے اور مجھے کہنے لگے خوش الحانی سے کچھ پڑھنا جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں اور پھر میں نے یہ شعر پڑھا:

رائیتک تبنی دائما فی قطیعتی
ولو کنت ذاحزم لھدمت ملتبنی

اے محبوب میں تجھے ہمیشہ سے دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھ سے قطع تعلق کی بنیاد قائم کرتا ہے اگر تو عقلمند ہوتا تو اپنی بنیاد گرا دیتا۔ بس یہ شعر سننے کی دیر تھی کہ انہوں نے قرآن بند کیا اور رونا شروع کر دیا اتنا روئے کہ ان کی داڑھی تر ہوگئی اور کپڑے بھیگ گئے پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے! اے بیٹا تیرے شہر کے لوگ مجھ پر ملامت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف زندیق ہے میری یہ حالت ہے کہ میں یہاں نماز کے وقت بیٹھا تلاوت کر رہا ہوں قرآن پڑھنے سے میری آنکھوں سے ایک آنسو نہیں ٹپکا اور تیرا شعر سن کر مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے (تلبیس ابلیس ۲۸۰ و دین تصوف ص ۱۲۱)

علامہ غزالی اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فان البیت الغریب یھیج منھا مالا تھیج تلاوۃ القرآن (احیاء العلوم ص ۲۱۵ ج ۲)

وجد جتنا شعر سے طاری ہوتا ہے اتنا قرآن پاک کی تلاوت سے پیدا نہیں ہوتا۔ صوفیوں کی ایک جماعت میں کسی فقہی مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی ابوالحسین نوری بھی ان کے ساتھ تھے وہ سر جھکائے خاموش کھڑے تھے اور حصہ نہیں لے رہے تھے (بات کسی نتیجہ پر نہ پہنچی) تو نوری نے سر اٹھایا اور یہ اشعار پڑھنے شروع کئے جن میں ایک شعر یہ تھا:

رب ورقاء ھتوف فی الضحی
ذات شجو صدحت فی فنن

بس یہ اشعار پڑھنے کی دیر تھی کہ تمام حضرات فقہی مسئلہ کو چھوڑ کر کھڑے ہوئے اور وجد میں آگئے غزالی فرماتے ہیں اس فقہی مسئلہ کی وجہ سے جو باطل حق تھا ان پر وجد طاری نہ ہوسکا (احیاء

العلوم:۲/۴۱۲) یہ اور اس قسم کے بیسیوں واقعات سے واضح ہے کہ ان حضرات پر قرآن یا شرعی احکام سننے سے وجد طاری نہیں ہوتا اور نہ تو قران پر رقص کرتا ہے اور نہ ناچتا ہے بلکہ قوال جب اپنی سر میں کوئی عشقیہ شعر پڑھتا ہے تو اس پر ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ نشہ عشق میں مدہوش ہو کر لڑکھڑانے اور ناچنے لگتا ہے۔

اصلی نماز اور رسمی نماز:

موصوف فرماتے ہیں کہ (وجد کی وجہ سے نماز میں) جو شخص مغلوب الحال ہو جاتا ہے تو نہ اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ ٹوٹتی ہے اور نہ ہی وضو اور نہ ہی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ روح نماز کی علامات ہیں بلکہ اصلی نماز یہی ہے۔ رسمی نمازوں میں ایسی کیفیات وارد نہیں ہوتیں یہ کیفیات اصلی نمازوں میں ہی وارد ہوتی ہیں (ص ۳۳) موصوف کا وجد والی نماز کو اصلی قرار دینا اور دوسری نمازوں کو رسمی قرار دینا محض ظن باطل بہت بڑی جرأت ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ جو امام الاتقیاء ہیں ان پر نماز میں کبھی مذکورہ وجد کی حالت طاری نہیں ہوتی تھی اور نہ یہ ثابت ہے کہ کسی صحابی پر نماز میں وجد طاری ہوا ہو تو اس نے صوفیہ جیسی حرکات کی ہوں در حقیقت ایسی نمازیں جن میں ان پر وجد طاری ہوتا ہے سنت کے موافق نہیں ہیں ایسی تمام کیفیات خود ان کی یا شیطان کی پیدا کردہ ہیں ایمانداروں کی نماز وجد والی نہیں بلکہ خشوع والی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون (المومنون:۱۔۲) بلاشبہ ایمان والے فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کیا ھے:

خشوع وجد کے منافی ہے اس لئے کہ خشوع کا محل قلب ہے جبکہ وجد کا تعلق ظاہری حرکات سے ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: الخشوع محله القلب فاذا خشع خشعت الجوارح كلها لخشوعها اذهو ملكها (تفسیر القرطبی:۱۲/۹۶) خشوع کا محل قلب ہے جب دل خشوع والا ہوتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء خشوع والے ہوتے ہیں کیونکہ دل تمام اعضاء کا مالک ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے خشوع دل کا ہے اور یہی ابراہیم نخعی سے منقول ہے امام حسن بصری فرماتے ہیں صحابہ کرام کا خشوع ان کے دلوں میں تھا (تفسیر ابن کثیر ص ۳۱۷ جلد طبع العرفان) معروف مفسر علامہ مراغی فرماتے ہیں: الخاشع هو المعتدل مع الخوف وسكون للجوارح (تفسیر المراغی ۱۸/۴) خاشع وہ ہوتا ہے جو خوف سے مطیع ہو اور اس کے اعظاء سکون میں ہوں (حرکت نہ کریں) امام اللغۃ ابن منظور الافریقی خضوع و خشوع میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الخشوع فی البدن والصوت والبصر كقوله تعالىٰ خاشعة ابصارهم وخشعت الاصوات للرحمان (لسان العرب ۴/۱۰۰)

خشوع کا تعلق بدن، آواز اور نظر کے ساتھ ہے کہ ان میں خاموشی آ جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قیامت کے ان کی نظریں جھکی ہونگی اور فرمایا رحمان کی خاطر آوازیں، خاموش ہونگی، مذکورہ اقوال سے واضح ہو گیا کہ خشوع اور وجد دو مختلف چیزیں ہیں خشوع خاموشی کا نام ہے اور اس کے برعکس وجد حرکت کا نام ہے جو اہل ایمان کی نمازوں سے مختلف کیفیت ہے۔ باقی رہا وجد والی نماز اصلی اور بغیر وجد کے نماز رسمی ہے گویا کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نمازیں تو محض رسمی تھیں اور صوفیہ حضرات کی وجد سے لبریز نمازیں اصلی ہیں حالانکہ ایسی نمازیں شریعت مطہرہ بلکہ فقہ حنفی کے بھی منافی ہیں۔

موصوف کے دلائل کا تجزیہ:

موصوف نے بزعم خویش وجد اور رقص کے جواز پر شریعت اسلامیہ مطہرہ سے چند دلائل مہیا کرنے کی کوشش کی ہے ہم ان دلائل پر کتاب و سنت کی روشنی میں بحث کرتے ہیں اور جو نتیجہ ہے وہ قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں۔

(۱) موصوف اپنے موقف میں پہلی دلیل آیت کریمہ: الله نزل احسن الحديث كتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله پیش کی ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسی اچھی کتاب نازل کی ہے کہ اس کی آیتیں باہم ملتی جاتی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں جس سے اپنے رب سے ڈرنے والوں کے دل کانپنے لگتے ہیں (یعنی حرکت کرنے لگتے ہیں) پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو جاتے ہیں اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں اور پھر اس پر حاشیہ آرائی یوں کی ہے کہ ان کے اجسام وابدان حرکت کرنے اور مضطرب ہونے لگتے ہیں ذکر خداوندی میں سرشار ہو کر ذاکر بن جاتے ہیں۔ یہاں نص قطعی الثبوت کی دلالت بھی اقشعر ار بدن اور دلوں کے نرم ہونے پر قطعی ہے۔ گویا کہ وجد کی کیفیت کا ثبوت ایسی نص سے واضح ہے کہ جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے اور پھر نفس وجد کا انکار اس آیت مذکورہ کا انکار ہے جو خالص کفر ہے (بلفظہ ص ۲۸)

موصوف نے مطلب براری کیلئے دل کے

کانپنے کا مفہوم حرکت کرتے کیا ہے اور مراد پورا جسم لیا ہے جو غلط اور باطل ہے اور تفسیر بالرائے کا بدترین نمونہ ہے اور پھر اس مرضی کے مفہوم پر خالص کفر کا فتویٰ جڑنا تعجب خیز ہی نہیں بلکہ قران کریم کے اسلوب سے جہالت کا نتیجہ ہے یا پھر فتویٰ بازی کی حرکت اور عادت کی عکاسی ہے یہ ساری خرابی اقشعر اور لین کے معانی ومفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ لغت میں اقشعرار کا معنی کانپنا رونگٹے کھڑے ہونا اور سکڑنا ہے۔ (اقرب الموارد ۲/۱۳۶) اور یہی معنی عام مفسرین حضرات نے کیا ہے اور جب یہ لفظ جلد پر لا بولا جاتا جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے تو اس وقت اس کا معنی انقباض کا ہوتا ہے کہا جاتا ہے: اقشعر جلده اذا انقبض وتجمع مع خوف اس کی جلد اقشعرار والی ہوئی..... جب اس میں انقباض پیدا ہو اور وہ خوف کی وجہ سے جمع ہو جائے۔ لین کا معنی سکون واطمینان ہے کہا جاتا ہے نفس اللہ کے ذکر کی طرف بغیر انقباض کے ساکن اور مطمئن ہو گیا (فتح القدیر ۴/۴۵۹) عربی لغات کی کسی کتاب میں اقشعرار اور لین کے معنی رقص کرنا اور وجد طاری ہونا نہیں لہٰذا اس کا معنی وجد کرنا ہوائے نفس یا سینہ زوری ہے صحابہ کرام میں اسکا معنی وجد قطعا معروف نہیں تھا بلکہ وہ اس معنی کو غلط کہتے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں صحابہ کرام پر جب قران پڑھا جاتا تو ان کی کیفیت وہی ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوتے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ان سے عرض کیا گیا یہاں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں ان پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے انہوں نے فرمایا میں اللہ کے نام سے شیطان مردود سے پناہ طلب کرتی ہوں ظاہر ہے انہوں نے غشی کے عمل کو شیطان کا عمل قرار دیا ہے اسی لئے تو اس عمل سے پناہ طلب کی ہے۔

ایسے ہی ایک شخص کے پاس سے ابن عمر کا گزر ہوا جس پر غشی طاری تھی تو انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا اسے کیا ہوا ہے لوگوں نے کہا اس پر جب قران پڑھا جاتا ہے اور اللہ کا ذکر سنتا ہے تو یہ گر پڑتا ہے ابن عمر نے فرمایا بلا شبہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم اس طرح نہیں کرتے ان میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے اصحاب محمد اس طرح نہیں کرتے تھے (ایضا) حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں ایمانداروں کی سماع تلاوت ہے جب کہ ان صوفیوں کا سماع گانا گانا اور گانا گانے والوں کی آواز سننا ہے ایمانداروں پر جب رحمٰن کی آیات تلاوت کیجاتی ہیں تو وہ بڑے ادب، خوف، امید، محبت فہم اور علم سے سجدہ میں گر جاتے ہیں لیکن صوفیا حضرات سماع کے وقت ادب کو ملحوظ نہیں رکھتے جیسا کہ صحابہ کرام کا کتاب اللہ کے سننے اور تلاوت کے وقت ادب ہوتا تھا کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے پھر وہ اپنے دلوں کی نرمی کے ساتھ اللہ کے ذکر میں ادب سے جھک جاتے تھے وہ نہ تو شور شرابہ کرتے تھے اور نہ ہی تکلف سے کام لیتے بلکہ وہ ثبات، سکون، ادب اور خشیت کے اوصاف سے متصف تھے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں اپنے رب اعلیٰ کی تعریف سے کامیاب ہوئے امام قتادہ آیت تقشعر کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ تو اولیاء اللہ کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ تلاوت کے وقت ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنکھوں میں آنسو جاری ہونے لگتے اور اللہ کے ذکر سے انکے دل مطمئن ہونے لگتے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت نہیں بتائی کہ ان کی عقلیں ختم ہو جاتی اور ان پر غشی طاری ہو جاتی یہ چیزیں تو اہل بدعت میں پائی جاتی ہیں جو شیطان کی طرف سے ہیں (تفسیر ابن کثیر ۶۶/۴ طبع العرفان)

۲:۔ موصوف نے دوسری آیت: فلما تجلی ربه للجبل جعله دكا وخر موسى صعقا ، پیش کی ہے جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہاں صفاتی تجلی نے موسیٰ کو بے ہوش اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے تو پھر ذاتی انوار وتجلیات کا کیا عالم ہوتا ہے (بلفظہ ص ۲۸)۔ اس آیت کریمہ سے وجد کا استدلال صوفیہ کا ہی کمال ہے ورنہ ائمہ سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی ایک نے یہاں سے وجد پر استدلال نہیں کیا اصل واقعہ یہ ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ حسب وعدہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کیلئے میقات پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو موسیٰ نے عرض کیا! اے میرے رب تو مجھے اپنے آپ کو دکھا کہ میں تجھے دیکھوں تو اللہ نے فرمایا تو مجھے بالکل نہیں دیکھ سکے گا ہاں تو پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تو مجھے دیکھ لے گا جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے (اعراف: ۱۴۳) اللہ تعالیٰ نے یہ تجلی موسیٰ پر نہیں بلکہ پہاڑ پر ڈالی تھی اور جب تجلی کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا تو یہ منظر اتنا خوفناک تھا کہ موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے کہاں صوفیوں کا وجد اور کہاں پہاڑ کے پھٹنے کے خوفناک منظر سے بیہوش ہو جانا کیا دونوں میں مماثلت ہو سکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف وجد میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار وتجلیات کے ملاحظہ کے قائل ہیں دوسرے لفظوں میں موسیٰ تو صفاتی تجلی برداشت نہ کر سکے لیکن صوفیہ حضرات میں اتنی قوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کا

مشاہدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح حدیث کے منافی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حجابہ النور لو کشفہ لأحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ (مسلم ص ۹۱، دار السلام) اللہ تعالیٰ کا حجاب (پردہ) نور ہے اور اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے چہرے کا نور اور جلال مخلوق میں سے ہر اس چیز کو جلا کر راکھ دے جہاں تک اس کی نظر پہنچے معنی یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کیلئے تجلی کرتا ہے تو اس کی ذات کے جلال سے تمام مخلوق جل جاتی ہے ظاہر ہے کبھی کوئی صوفی اپنے وجد کی وجہ سے راکھ کا ڈھیر نہیں بنا۔ معلوم ہوا کہ موصوف کا استدلال سراسر غلط بلکہ قران اور صحیح حدیث کے صریحا منافی ہے۔

۳:۔ موصوف نے اپنے موقف میں تیسری آیت: واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا فلما اخذتہ الرجفۃ ۔ پیش کی ہے اور اس پر صرف اتنی حاشیہ آرائی کی ہے کہ فرماتے ہیں کہ صاحب روح المعانی کا استدلال قابل غور ہے (۲۸) ہم نے مذکورہ آیت تفسیر روح المعانی میں دیکھی لیکن موصوف نے جس استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ہمیں نظر نہیں آیا ہے اگر فی الواقع اس میں موصوف کے حق میں کوئی بات ہوتی تو اسے ضرور صراحت کے ساتھ لکھتے لیکن ہاں تو صاحب روح المعانی نے صوفیوں کے وجد کی کوئی بات نہیں کی۔ یہ محض موصوف کا الزام ہے اگر ان کا استدلال رجفۃ لفظ سے ہے تو اس کا معنی لغت میں زلزلہ ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں یہ مروی ہے کہ ان پر سخت زلزلہ آیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے۔ (تفسیر قرطبی ۴/۲۶۴) کیا زلزلہ کو وجد کہتے ہیں ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم میں ستر افراد کا انتخاب کرے تو جب موسیٰ علیہ السلام نے انتخاب کرلیا تو دعا کیلئے الگ ہوئے انہوں نے جو دعا کی وہ یہ تھی کہ اے اللہ ہمیں وہ کچھ عطا فرما جو تو نے ہم سے پہلوں کو عطا نہیں کیا ہے اور نہ وہ ہمارے بعد آنے والوں کو عطا کرنا تو اللہ تعالیٰ نے انکی اس دعا کو ناپسند کیا اور ان کو رجفہ (زلزلہ) نے پکڑ لیا (تفسیر ابن کثیر۔ ۲/۳۳۳)

پھر ان پر زلزلہ آیا وہ بطور عذاب کے تھا جیسا کہ اسی آیت کریمہ میں یہ الفاظ: قال رب لو شئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا بما فعل السفھاء منا (الاعراف:۱۵۵) ہیں۔ اے اللہ اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھے بھی میقات سے پہلے ہلاک کردیتا کیا تو ہم کو ہمارے بیوقوفوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔ موصوف کا کیسا عجیب استدلال ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا کے طور پر ہلاک کیا تھا اور یہ اس کو صوفیوں کے وجد کی دلیل ٹھہرا رہے ہیں کیسے ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی مشارکت ہو؟

۴:۔ موصوف نے اپنے موقف میں چوتھی آیت: فلما رأینہ اکبرنہ وقطعن ایدیھن ۔پیش کی ہے۔ اور استدلال یہ کیا ہے کہ صرف جمال یوسفی کے مشاہدہ سے زنان مصر ایسی بے ہوش ہوگئیں کہ انگلیاں کاٹ لیں۔ یہ کیفیت وجد کی ہے جو جمال خداوندی یا جمال مصطفیٰ کے مشاہدہ سے اس کا طاری ہونا ثابت ہوتا ہے (بلفظہ ۲۸) اس آیت کریمہ سے موصوف کا استدلال پہلے استدلالات سے بھی عجیب تر ہے۔ اگر ان کا استدلال درست تسلیم کرلیا جائے تو چاہئے تھا کہ تمام صحابہ کرام نے جمال مصطفیٰ کی جھلک سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے ہوتے لیکن ایسا قطعا نہیں ہوا اور نہ زنان مصر نے وجد کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ اس وقت وجد کہاں تھا کہ وہ عورتیں وجد میں ہاتھ کاٹ لیتیں یوسف علیہ السلام نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز قیدی خانہ سے کیا تھا اور ہاتھ کاٹنے کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے گویا کہ اس واقعہ کا وجد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر موصوف کے نقطہ نظر سے اتفاق کیا جائے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ کفار پر بھی وجد طاری ہوتا ہے۔ ایسا مشترکہ عمل موصوف کو مبارک ہو۔

۵:۔ موصوف نے آیت: انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم ۔بھی اپنے موقف میں پیش کی ہے اور فرماتے ہیں ایمان والوں کے سامنے جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں یعنی دلوں پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (بلفظہ ص۲۹)

قارئین کرام! آپ نے مفتی صاحب کی پیش کردہ آیات کو ملاحظہ فرمالیا ہے کہ ان آیات کا مفتی صاحب کے موقف سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ساری مفتی صاحب کی تحریف معنوی کی مذبوحی حرکت ہے جس کا ان آیات سے کوئی تعلق نہیں۔ باقی رہا وجد کا انکار کفر ہے تو یہ موصوف کی بڑی دیدہ دلیری اور جرأت ہے بلکہ سلف صالحین صحابہ کرام پر بڑا طعن ہے کیونکہ ان میں سے کوئی ایک بھی ان کے اس مفروضہ وجد کا قائل نہیں تھا اس کے تو وہی لوگ قائل ہیں جو قرآن وسنت کی حقیقی تعلیم سے کوتاہ دست ہیں۔ رہا فتویٰ بازی کا مشغلہ تو بیچاروں کی تربیت ہی آلے کے خط کی حد تک ہوتی ہے۔ یہ ہر اس شخص کو کافر سمجھتے ہی جو ان کے دائرہ اعتقاد سے باہر ہوتا ہے خواہ اس کی زد میں صحابہ کرام اور ائمہ سلف آتے ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

احادیث سے استدلال

موصوف نے بعض احادیث سے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جن میں پہلی حدیث

یہ کہ بعض صحابہ کرام کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سن کر گھوڑا ناچتا ہے۔ اگر قرآن کریم سن کر گھوڑے جیسے جانور پر وجد طاری ہوسکتا ہے تو انسان پر ایسی کیفیات کا ورود کیونکر نہیں ہو سکتا؟ (ص۲۹) موصوف نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک صحابی رات کو سورت الکہف اور ایک روایت میں ہے سورۃ البقرہ پڑھ رہے تھے اور ساتھ ہی ان کا گھوڑا باندھا ہوا تھا اور ایسے ہوا جیسا کہ آسمان سے بادل قریب آ رہے ہیں۔ جس سے گھوڑا گھومنے لگا صحابی نے قرات ختم کر دی تو گھوڑا سکون میں آ گیا صبح کے وقت وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور واقعہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ فرشتے تھے جو تیری آواز کی وجہ سے قریب آئے تھے (ملخصا) اس واقعہ کی ایک حدیث میں ہے: وجعل فرسه ینفر (بخاری مع فتح الباری ۹/۵۷) گھوڑا بدکنے لگا۔ جس سے ظاہر ہے کہ گھوڑا فرشتوں کو دیکھ کر ڈر گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بدکا تھا یہ نہیں تھا کہ اس پر وجد طاری ہو گیا تھا جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھ گئے تو گھوڑے کا خوف جاتا رہا اور وہ بدکنے سے رک گیا خوف کی وجہ سے چار پایوں کا ایسے کرنا عادت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کانهم حمر مستنفره فرت من قسورة۔ گویا کہ وہ گدھے ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔

۲:۔ دوسری حدیث یہ پیش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کو فرمایا تھا کہ تشبهت خلقی وخلقی۔ تو انہوں نے اس پر رقص کیا یعنی ناچنے لگے (ص۳۰ وص۴۹) اس کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا انت اخونا ومولانا۔ تو وہ بھی اس پر ناچنے لگے۔ اور علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: انت منی وانا منک۔ تو وہ بھی فرط مسرت سے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ناچنے لگے۔ (ص۵۰)

دراصل تینوں واقعات ایک روایت کے ہیں اور ان حضرات کے پاس رقص اور وجد کی سب سے بڑی دلیل یہی حدیث ہے جس میں رقص کی صریح وضاحت ہے اس روایت کا پس منظر یہ ہے جیسا کہ خود مفتی صاحب نے بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔ جب سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی تربیت کے متعلق حضرت علی، حضرت جعفر حضرت زید بن ثابت (صحیح زید بن حارثہ ہے) کا باہمی اختلاف ہوا کیونکہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں پرورش کروں تو اس موقعہ پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے علی تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ (ص۵۰) ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحین اور دیگر کتابوں میں موجود ہے لیکن اس میں رقص کا کوئی ذکر نہیں صرف مسند احمد ص ۱۰۸ ج۱ کی ایک روایت میں رقص کا ذکر ہے یہ روایت صحیح نہیں ہے اس کا راوی ھانی بن ھانی ہے ابن حجر فرماتے ہیں اس نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے اور اس سے ابو اسحاق السبیع اکیلے روایت کرتے ہیں نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے اہل کوفہ سے طبقہ اولیٰ میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیعیت کی طرف مائل تھا ابن مدینی کہتے ہیں مجہول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں غیر معروف ہے اور اہل علم اس کی حدیث کو اسکی جہالت کی وجہ سے منسوب نہیں کرتے (تہذیب: ۱۱/۲۳)

اس بارہ میں جو صحیح اسناد کے ساتھ حدیث مروی ہے اس میں رقص کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ الفاظ منکر ہیں۔ ثانیا حدیث میں لفظ حجل ہے امام بن جوزی فرماتے ہیں: اما الحجل فهو نوع من المشی یفعل عند الفرح فاین هو من الرقص (تلبیس: ۹۲۹)

''حجل چلنے کی ایک قسم ہے جو خوشی کے وقت چلا جاتا ہے یہ رقص سے نہیں ہے'' بفرض صحت حدیث تینوں صحابہ کرام نے یہ رقص کیا تھا تو وہ بطور وجد کے نہیں۔ بلکہ خوشی کے طور پر کیا تھا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: احمد کی روایت علی رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح مرسل باقر میں ہے کہ جعفر کھڑے ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے اردگرد گھومے اور رقص کیا تو نبی اکرم ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے حبشیوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں اور ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ نجاشی جب کسی پر راضی ہوتا تو وہ اس کے گرد رقص کرتا (فتح الباری: ۷/۵۰۷)

موصوف نے بحوالہ البدایہ اور حلیۃ الاولیا ایک روایت یہ بھی پیش کی ہے کہ صحابہ کرام جب کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اپنے قدموں اور پیشانیوں کے درمیانے حصے کو حرکت دیتے جب صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسا ہوا والے دن درخت حرکت کرتا ہے (ص۳۲) البدایہ میں تو اس کی سند نہیں البتہ حلیۃ الاولیاء ص۷۶ ج۱ میں اس روایت کی سند اس طرح ہے: حدثنا اسحاق بن ابراهیم ثنا محمد بن یزید ابو هشام ثنا المحاربی عن مالک بن المغول عن رجل من جعفی عن السدی عن ابی اراكة عن علی: اس سند [illegible] ایک خرابیاں ہیں اولا اراکہ کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔ ثانیا رجل من جعفی مجہول ہے ثالثا محمد بن یزید ابو ہشام قوی نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں میں نے ائمہ محدثین کو دیکھا ہے کہ وہ اس کے ضعف پر متفق

ہیں۔ (تقریب:ص۴۴ ۳) کیا اتنی خرابیوں والی روایت استدلال کے قابل ہوتی ہے؟ دراصل مفتی صاحب کا ذوق صوفیانہ ہے علم حدیث نہیں اور نہ ان کو علم حدیث سے کچھ دلچسپی ہے کہ وہ صحت وسقم کے معیار کو معلوم کرسکیں۔

ایک حدیث یہ بھی پیش کی ہے کہ جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ کی امت کے غرباء امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو خوشی کے موقع پر ہم کو شعر سنائے ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے اشعار پڑھے یہ اشعار سن کر حضور ﷺ اور صحابہ کرام پر وجد طاری ہوگیا ہر ایک اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور حضور کے کندھے سے چادر گرگئی (۴۸)

ہم کہتے ہیں یہ حدیث صرف صوفیہ حضرات کی کتب میں پائی جاتی ہے جس کا کتب حدیث میں کوئی ثبوت نہیں صوفیہ کی کتب موضوع روایات کا پلندہ ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہیں امام ابن تیمیہؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: هو حديث مكذوب موضوع باتفاق اهل العلم بهذا الشان (الفتاوىٰ ۱۱/۵۶۳، دین تصوف ص ۱۲۵) یہ حدیث تمام محدثین کے یہاں بالاتفاق موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس روایت کے وضع کرنے والے نے ذرا بھر حیاء سے کام نہیں لیا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا عشقیہ اشعار سن کر ناچنا ثابت کیا ہے۔ مشکوٰۃ ص ۱۸۴ کے حوالہ سے یہ روایت پیش کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے مجھے حضور علیہ السلام نے سینے پر ایک ضرب لگائی تو مجھے ایسا حال غالب ہوا کہ میرا تمام بدن گرم ہوگیا اور میں پسینے میں شرابور ہوگیا اور میرا حال یہ تھا کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ (ص ۴۹) معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب روایت اصل کتابوں سے نقل نہیں کرتے بلکہ ان کے سامنے کسی غیر پختہ کار مولف کی کوئی کتاب ہے اور یہ اس پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہوئے وہاں سے روایت نقل کررہے ہیں۔ اس لئے انہیں معلوم نہیں کہ میں درست نقل کررہا ہوں یا غلط۔ یہ روایت مشکوٰۃ میں اس طرح ہے:

عن ابي بن كعب قال قال رسول الله يا ابا المنذر اتدرى اية من كتاب الله تعالىٰ ملك اعظم قلت الله ورسوله اعلم قال يا ابا المنذر اتدرى اى اية من كتاب الله تعالىٰ ملك اعظم قلت الله لا اله الا هو الحي القيوم قال فضرب في صدرى وقال ليهنئك العلم يابا المنذر۔

ابی بن کعب فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابومنذر کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب میں کونسی آیت بڑی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا: ابوالمنذر کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب میں کونسی آیت بڑی ہے میں نے کہا آیۃ الکرسی۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوالمنذر تجھے علم مبارک ہو۔ اب دیکھو اس روایت میں نہ بدن کے گرم ہونے کا اور نہ پسینہ سے شرابور ہونے کا اور نہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی حالت کا ذکر ہے۔ حدیث رسول میں یہ سب مفتی صاحب کے اضافے ہیں جن کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔

موصوف نے جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں روایت پیش کی ہے کہ ان پر خوف کی وجہ سے ایسی کیفیت طاری رہی کہ وہ تین دن تک غالب رہی (۴۴) اس کا انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا البتہ اس واقعہ کو امام ابن جوزی نے اس طرح ذکر کیا ہے اور ابونصر طوسی نے بیان کیا کہ جب آیت وان جهنم لموعدهم اجمعين ۔نازل ہوئی تو سلمان فارسی بڑے چیخے اور بھاگ گئے تین دن تک پتہ نہ چلا۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں یہ واقعہ محال اور کذب ہے آیت مکہ میں نازل ہوئی اور سلمان فارسی مدینہ میں مسلمان ہوئے۔ پھر اس کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کرنا کسی ایک صحابی سے منقول ہے (تلبیس ابلیس: ۲۸۳)

وجد کے بارے میں مفتی صاحب نے کتاب و سنت سے بھی دلائل دیئے ہیں آپ نے دیکھا کہ ان میں کوئی ایک بھی دلیل صوفیوں کے وجد کے حق میں نہیں ان دلائل کی حقیقت بس اسی قدر ہے کہ چند آیات کی تحریف معنوی کی ہے اور چند ضعیف اور من گھڑت روایات ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے نام تھوپ دی گئی ہیں۔

صحابہ کرام، تابعین اور وجد

ہم جیسا کہ پہلے ذکر کرتے آئے ہیں کہ وجد کی ابتداء اصاغر صحابہ کرام کے دور میں ہوئی۔ لیکن صحابہ کرام نے ایسے حضرات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جیسا کہ اسماء بنت ابی بکرؓ اور ابن عمرؓ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ کہ انہوں نے شیطانی فعل قرار دیا۔ اور اس سے پناہ طلب کی۔ اسی طرح عامر بن عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں۔ میں اپنے باپ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا تو کہاں تھا میں نے کہا میں نے ایک بڑی اچھی قوم دیکھی ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان پر اللہ کے خوف سے لرزہ اور کپکپی طاری ہوجاتی ہے تو میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے آئندہ ان کی مجلسوں میں نہیں جانا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو قرآن پڑھتے دیکھا ان پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی۔ تیرا خیال ہے کہ یہ لوگ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ خوف کھاتے ہیں۔ اگر تو نے آئندہ ان کی صحبت اختیار کی اور ان کی مجلسوں میں گیا تو میں تجھے سزا دوں گا (تلبیس ابلیس: ۲۸۶)

جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ان لوگوں کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ